کے لیے تیار کیے جائیں۔ وہ تو بچوں کو مستقبل کے بارے میں متفکر رہا کرتے ہیں اور اس کے آرزومند رہتے ہیں کہ تعلیم پاکر بچوں کو زندگی میں ایسے جاہ و منصب ملیں، جن سے وہ محفوظ اور آسودہ رہیں یا یہ کہ ان کی اچھی شادی ہو جائے۔

عام خیال کے برعکس بیشتر والدین اپنی اولاد سے محبت نہیں کرتے، گو وہ اس کا دعویٰ برابر کرتے رہتے ہیں۔ اگر والدین واقعی اپنے بچوں سے محبت کرتے ہوتے تو مجموعی سماج کے مقابلے میں وہ صرف اپنے خاندان یا قوم پر زور کبھی نہیں دیتے۔ اسی تنگ خیالی سے اتنی سماجی اور قومی تفریق انسانوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے جنگ اور فاقہ کشی کی نوبت آتی ہے۔ یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ وکیل اور ڈاکٹر بننے کے لیے لوگوں کو سخت تربیت حاصل کرنی پڑتی ہے، لیکن وہ بغیر کسی تربیت کے والدین بن کر سب سے اہم کام کے لائق بن جاتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مختلف خاندانوں کے جدا جدا رجحانات ہونے کی وجہ سے دوسرے خاندانوں سے علٰحدگی رکھنے کے خیال کو تقویت پہنچتی ہے۔ جو سماج کے زوال کا بہت بڑا باعث ہے۔ جب سچی محبت اور دانشمندی ہوگی تو علٰحدگی کی دیواریں مسمار ہو جائیں گی اور کوئی خاندان ایک محدود دائرہ میں دوسروں سے الگ نہیں رہے گا اور نہ اس کی حیثیت ایک قید خانہ یا جائے پناہ سمجھے جانے کی رہ جائے گی، اس صورت میں والدین صرف اپنے ہی بچوں کے

ساتھ ربط محبت نہیں رکھیں گے بلکہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ بھی ویسے ہی مراسم رکھیں گے۔

چونکہ والدین اکثر اپنے قصے قضیوں میں پڑے رہتے ہیں، اس لیے بچوں کی فلاح کی ذمہ داری استادوں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی ضروری ہے کہ معلم والدین کو بھی تعلیم دیا کرے۔ اسے والدین کو یہ سمجھانا چاہیے کہ دنیا میں انتشار کی جو کیفیت ہے، وہ فی الواقع ہماری اپنی پریشانیوں کا عکس ہے۔ اسے یہ بھی بتانا ہوگا کہ نہ محض سائنس کی ترقی سے اور نہ اصطلاحی تعلیم سے زندگی کے موجودہ اقدار میں کوئی بنیادی تبدیلی ہو سکے گی، گو آج کل اصطلاحی تربیت اصلی تعلیم مانی جاتی ہے، لیکن اس سے نہ انسانوں کو آزادی حاصل ہوگی نہ مسرت میں اضافہ ہوگا۔ اور نیز کسی طالب علم کو موجودہ ماحول کو قبول کرنے کی ترغیب دینے سے اس کی عقل و فہم میں اضافہ نہیں ہوگا! اسے والدین کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ ان کے بچوں کو صحیح تعلیم دینے میں وہ کیا کیا کوشش کر رہا ہے اور کن کن طریقوں سے اس منشا کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ والدین کے دلوں میں استاد کو اپنے اوپر پورا بھروسا کرانا ہوگا۔ اور ان کے بچوں کے مزاج، ان کی مشکلات اور ان کے میلانات کا برابر تذکرہ کرتے رہنا ہوگا۔ مگر اس طرح نہیں جیسے کوئی ماہر اپنے زعم میں ناواقف اور نادان لوگوں سے گفتگو کرے۔ اگر استاد بچہ کو ایک ذی روح بشر کی حیثیت سے دیکھے اور اس سے سچی محبت رکھے تو والدین کو استاد پر پورا